ISSN:- 2454-4035

قلعہ گولکنڈہ، حیدرآباد، دکن سے ماہانہ ادبی مجلّہ

انوارِ تحقیق

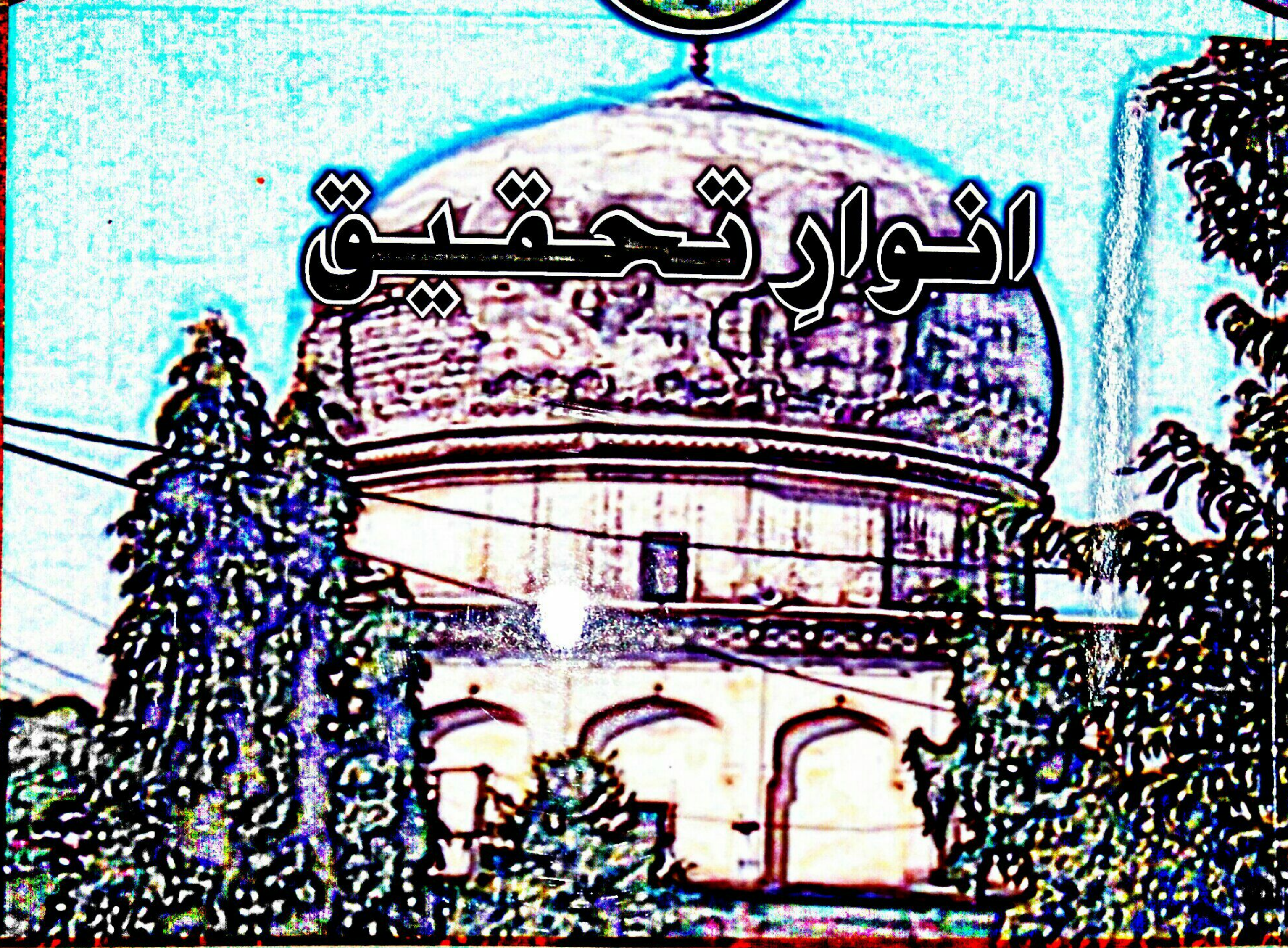

جلد:- دوم

شمارہ:- سوم، چہارم، پنجم

مارچ، اپریل، مئی/۲۰۱۶ء

قیمت:- ۵۰ روپے

مدیر:-

سید الیاس احمد مدنی

پتہ

9-10-389، نیم باولی مسجد، کشور اہاؤس، گولکنڈہ قلعہ، حیدرآباد، تلنگانہ۔ 500 008

فہرست مندرجات

	عنوان	مقالہ نگار	صفحہ
ا۔	اداریہ	مدیر	3
۲۔	صحیۃ عمل المراۃ	ڈاکٹر خدیجہ جبین	۴
۳۔	عہد شہمیریان، نخستین دورۂ فارسی در کشمیر	محمد ریاض	۶
۴۔	غنی ورزندۂ فقر	شبیر احمد ولطیف احمد	۱۱
۵۔	غربت میں جا کے چمکے	ڈاکٹر عالم اعظمی	۱۵
۶۔	ہدایت المخلصین کا جمالی تعارف	لطیف احمد سلمانی	۱۹
۷۔	ملا بہاؤ الدین متو	شفیق احمد	۲۳
۸۔	عہد مغلیہ کے تین سلاطین	تبسم رفیع	۲۷
۹۔	استاد قمر جلالوی کی مرثیہ نگاری	یاسر عباس	۳۳
۱۰۔	مولانا شبلی نعمانی کی تاریخی تصانیف پر ایک نظر	رضیہ سلطانہ	۴۰

استاد قمر جلالوی کی مرثیہ نگاری

یاسر عباس، ریسرچ اسکالر، شعبہ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی نو

تاریخ کائنات میں واحد واقعہ کربلا ہی ایسا واقعہ ہے جو صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج تک تازہ معلوم ہوتا ہے اور جو اس غم سے جڑ جاتا ہے وہ بھی زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ واقعہ کربلا کو جس جس نے بھی اپنے انداز میں بیان کیا انسانیت نے اس کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ واقعہ کربلا کو سب سے پہلے حضرت امام حسینؑ کی ہمشیرہ جناب ام کلثومؑ نے نظم کر کے غافل عوام کو یزید کے ظلم وستم سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد عرب میں فرزدق و دعبل خزاعی نے اپنے الفاظ میں وارثین کربلا کو تعزیت پیش کی۔ تو فارسی میں محتشم کاشانی و حسن کاشانی وغیرہ نے اس داستان غم کو نظم کا جامہ پہنایا۔ ہندوستان میں اولین مرثیہ گو ان شعرا کو کہا گیا ہے کہ جن کے مراثی کو آج کی زبان میں نوحہ کہا جائیگا۔ اردو ادب کا پہلا عہد زریں میر تقی میر، میر حسن، میر درد، مرزا سودا، کے زمانے سیاصل مرثیہ یعنی مسدس کی شکل میں لکھا جانے لگا۔ میر ضمیر اور میر خلیق نے اس فن کو آگے بڑھایا تو میر انیسؔ و مرزا دبیرؔ کی کاوشیں اسے بام عروج پر لے گئیں۔ دبستان دبیر و دبستان انیس نے مرثیہ نگاری کی اس قدیم روایت کو قایم رکھا جس میں مرزا اوج، صفیر بلگرامی، شاد عظیم آبادی، نفیس لکھنوی، وحید، عروج وغیرہ کا نام قابل ذکر ہے۔ جنگی ماحول کو بھول جانے کی بنا پر نئے جمہوری زمانہ کی ضروریات کے مدنظر پرانی روایات سے گریز کرنا پڑا۔ اس دور کے شعرا میں جہاں جوش ملیح آبادی، نسیم امروہوی، خبیر لکھنوی، جمیل مظہری وغیرہ ہیں تو ان میں ایک نام قمر جلالوی کا بھی ہے۔

قمر جلالوی کا تعارف مختصر الفاظ میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

"سید محمد حسین ہمدانی تخلص قمر ابن سید غلام حسین ہمدانی ۱۸۸۷ء کو علی گڑھ کے قصبہ جلالی میں متولد ہوئے۔ اجداد ہمدان سے ترک وطن کر کے ہندوستان آئے تھے۔ لہذا نام کے ساتھ ہمدانی بھی متصل کر لیا۔ تعلیم کی ابتدا قصبہ جلالی میں ہی کی قمر صاحب کے والد ایک زمیندار تھے لیکن اخراجات اس زمینداری کی حیثیت سے زیادہ تھے۔ استاد کا ایک شعر اس حالت کی عکاسی کرتا ہے۔

بنائے دے رہی ہیں اجنبی ناداریاں مجھ کو ترى محفل میں ورنہ جانے پہچانے بہت سے ہیں (۱)

بچپن ہی سے شاعری کی تقریباً ساٹھ سال ہندوستان میں بسر کیے ان ایام میں استاد اپنی شہرت کے عرش پر پہنچ چکے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد ترک وطن کر کے پاکستان چلے گئے۔ موصوف نے خاصی تعداد میں غزلیں، قصیدے، قطعات، رباعیات، سلام، سوز، منقبت، مرثیے کہے۔ استاد قمر جلالوی کی شہرت ان کی غزلیات کی بنا پر ہے اس کے باوجود استاد کے مراثی وسلام کی شہرت بھی کم نہیں۔

مرثیہ کی تعریف و ہیئت کے حوالے سے محققین کے مختلف اقوال ہیں۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب نے مرثیہ کی عمومی اور خصوصی حیثیت کا بیان ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مرثیہ بالعموم اس نظم کو کہتے ہیں جس میں مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے اس کی موت پر افسوس کیا جائے۔ اور بالخصوص مرثیہ کا اطلاق اس نظم پر ہوتا ہے جس میں امام حسینؑ کی شہادت یا اس سے متعلق کوئی واقعہ غم انگیز پیرایہ میں بیان کیا جائے۔" (۲)

امداد امام اثر نے مرثیہ کی وسعت کے سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

''مرثیہ نگاری سے مراد یہاں وہ مرثیہ گوئی نہیں کہ دوست داران خاندان پیغمبرؐ مصائب اہل بیتؑ کو شاعرانہ پیرایہ میں بیان کرتے ہیں بلکہ تمام ایسے دیگر منظوم بیانات جو سرمایہ رنج والم کے باعث اظہار غم وحسرت کے احاطہ تحریر میں ہیں''۔(۳)

مرثیہ کی مندرجہ بالا تعریف کی روشنی میں قمر جلالوی کے مراثی اپنی انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔قمر جلالوی نے دونوں زمانے دیکھے۔ایک زمینداری کا وہ دور جس میں لوگوں کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ایک آزادی کے بعد کا وہ دور جسے کسمپرسی اور ذہنی کشمکش کا دور کہا جا سکتا ہے۔اس دور میں اگر زمیندار ہندوستان میں رہ گئے تو زمینداری نکلنے کی بنا پر محلوں سے زمین پر آ گرے۔اور اگر پاکستان چلے گئے تو بھی ذہنی کشمکش کسی صورت کم نہ ہو سکی۔زمینی کاغذات کی عدم موجودگی یا مکمل طور پر ثبوت نہ ہونے کی بنا پر پاکستان میں بھی اپنی جگہ بنانے میں ایک عرصہ لگ گیا۔قمر جلالوی کیونکہ امیر مینائی کے شاگرد تھے اس لئے ہندوستان میں ان کی عام شہرت اور چرچا تھا۔لیکن گھریلو زندگی کسمپرسی کے عالم میں ہی گزرتی رہی۔ان کی زندگی کی چھاپ ان میں ماتی میں دکھائی نہیں دیتی۔البتہ سلاموں میں یہ شعور ضرور جاگتا نظر آتا ہے۔ان کے مشہور مرثیہ کی کتاب ''تجلیات قمر'' جو ''غم جاوداں'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔اس کتاب کی ترتیب مجاہد لکھنوی کے ہاتھوں ہے تو اہتمام طباعت انصار حسین واسطی نے اپنے ذمہ لیا۔اس طرح ان دونوں کی کاوش اور استاد کی صاحبزادی محترمہ کنیز فاطمہ اور اپنے دور کے مشہور و معروف ذاکر حسین علامہ رشید ترابی کی تجویز پر یہ مراثی شیخ شوکت علی اینڈ سنس نے شایع کیے ہیں۔

اس کتاب میں استاد قمر جلالوی کو میر ثانی تحریر کیا گیا ہے۔دراصل یہ لقب غزلیات قمر جلالوی کے لیے زیادہ موزوں ہے۔مرثیہ میں ان کی حیثیت بہت زیادہ پائیدار نہیں ہے۔جہاں وہ غزلیات میں اپنے دور کے اکثر بڑے شعراء پر سبقت لے گئے ہیں وہیں مرثیہ کے میدان میں جوش ملیح آبادی، آل رضا، نسیم امروہوی، مہذب لکھنوی، جمیل مظہری اور نجم آفندی وغیرہ کے برابر نظر نہیں آتے۔اس کے باوجود اپنی سلیس اور شگفتہ زبان کی بنا پر وہ اپنی بات کہنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کے مرثیے عام طور پر ساٹھ سے زیادہ بندوں پر نہیں ہیں۔صرف ایک مرثیہ ۸۰ کے عدد کو چھو سکا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس دور کو اختصار کا دور کہا جاتا ہے۔بڑے سے بڑے مضمون کو کم سے کم الفاظ میں باندھنا جدید دور کی افادیت ہے۔یہی وہ دور ہے جس میں ناول افسانے میں، افسانہ افسانچہ میں اور افسانچہ تین چار لائن کی بات میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔اس کے باوجود غم کربلا ایسا حادثہ ہے جسے یاد کرنے کے لیے مسلمان وقت کی قیمت مقابلے میں ثواب اخروی کی طرف مائل رہتے ہیں۔اور ماہ محرم میں خاص طور پر اپنے وقت کو غم کربلا کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔اسی لیے ہر جلسہ میں اختصار کی جھلک ہونے کے باوجود مجلس و ماتم امام مظلوم کربلا میں کوئی کمی نہیں دیتی بلکہ اس میں مزید اضافہ و ترقی نظر آتی ہے۔

قمر جلالوی اپنے دور کے صف اول کے شعراء میں شمار کیے جاتے ہیں۔وہ غزل کے شاعر ہیں اسی لیے غزل کی طرز میں غم کربلا کی کیفیت بیان کرنے والی صنف ''سلام'' میں ان کو ایک خاص ملکہ حاصل ہے۔موصوف کے سلام اردو کے کسی بھی سلام کہنے والے شاعر کے مقابلے میں پیش کیے جا سکتے ہیں چاہے وہ میر انیس ہی کیوں نہ ہو سکے۔ان کے سلاموں کو بھی وہی شہرت حاصل ہوئی جو انیس و دبیر کے حصہ میں مخصوص تھی۔مثلاً ان کا سلام

تم نے کیا پیدائش حیدر سے بھی جانا نہیں
اے بتوں اللہ کا گھر ہے یہ بت خانہ نہیں (۴)

یا

بیٹھا ہے مشکلات کے رستے پہ ہار کے
او بد نصیب دیکھ علیؑ کو پکار کے (۵)

وغیرہ سلام ہند و پاک میں برپا ہونے والی مجالس کی زینت بنتے ہیں اور سوز و سلام کے درمیان اکثر امام بارگاہوں کسی نہ کسی روز سننے کو مل جاتے ہیں۔ایک جگہ سلام کے مقطع میں حدیث رسولؐ (اولنا محمدو اوسطنا محمدو آخرنا محمدو کلنا محمد) کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ نظم کیا ہے۔

اس گھرانے میں سوال بیش وکم ہوتے نہیں　　　اول وآخر محمد ہی محمد ہیں قمرؔ (۶)

صنف مرثیہ میں بھی قمرؔ جلالوی نے اپنی ایک پہچان بنانے کی کوشش کی ہے۔بقول طاہر حسین کاظمی۔

''قمرؔ جلالوی کے مراثی کے مطالعہ کے بعد ان کے کلام میں محاسن شعری کا اعتراف ہر سخن فہم اور حقیقت پسند انسان کو کرنا پڑے گا۔عناصر مرثیہ کی بڑی حد تک پابندی کے باوجود اپنے کلام میں جدید رنگ اور آہنگ کا ثبوت فراہم کیا ہے۔طرۂ امتیاز یہ کہ موضوع سے نہیں بھٹکتے۔واقعات کے بیان میں طوالت سے گریز کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ واقعات کا بھرپور لطف پیدا کیا''۔(۷)

طاہر کاظمی کے مندرجہ بالا بیان میں ''عناصر مرثیہ کی بڑی حد تک پابندی کے باوجود'' گو کہ موصوف نے بڑی حد تک کے ذریعہ خود کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ان کے مرثیوں میں سب سے بڑا امتیاز سہل ممتنع کا استعمال ہے۔جس کے لیے میر انیسؔ کی شہرت ہے۔لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ میر انیسؔ کے یہاں بھی

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے　　　یا　　　نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری

جیسے بہت سے مرثیے موجود ہیں۔جنہیں سہل ممتنع کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔البتہ قمرؔ جلالوی کے غمِ جاوداں میں دیے گئے دسوں مرثیے سہل ممتنع کی تصویر پیش کرتے ہیں۔لہذا مفتی سید نصیر الاجتہادی کے اس قول میں مکمل صداقت نظر آتی ہے۔

''سہل ممتنع کا تصور جس طرح قمرؔ کی شاعری حقیقت بنا ہے اس کی مثال دوسری جگہ نظر آنا مشکل ہے''۔(۸)

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے سید طاہر کاظمی کا یہ قول بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

''قمرؔ کا اسلوب مرثیہ نگاری نہایت سادہ، رواں اور سہل ہے تخیل آفرینی اور صنایع و بدایع کا ایک حسین امتزاج ان کی شاعری میں اپنی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔(۹)

دراصل جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے قمرؔ جلالوی بنیادی طور پر غزل و سلام کے شاعر ہیں۔اسی لیے ان کو ان کی غزلیات کی بنا پر میرؔ ثانی پکارا گیا۔البتہ ان کے مرثیے دور حاضر کی زبان کی عکاسی کرتے ہوئے فارسی و عربی سے نابلد مجمع کے سامنے بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔وہ آزادی کے بعد جتنے سال بھی زندہ رہے اس دور میں انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہونے کے باوجود بھی یہ تمام اہل پاکستان کو ان کی قومی جبلت کی بنا پر جوڑنے میں ناکام رہے گی۔اسی لیے انہوں آسان سے آسان تر زبان استعمال کرنے کی کوشش کی۔چونکہ شاعر کو تلمیذ خدا بھی کہا گیا ہے لہذا وہ الہامی طور پر آنے والے دار کے سامعین کی ذہنیت و استعداد کا اندازہ لگا لیتا ہے۔اسی لیے غم جاوداں جس میں مندرجہ ذیل دس مرثیے ملتے ہیں۔

ان کے تمام مراثی کو جو امتیاز دوسرے مرثیہ نگاروں کے مقابلے میں الگ شناخت دیتا ہے وہ ان کے ''ساقی نامے'' سے متعلق اشعار ہیں۔یا بے ساختہ موزوں ہونے والی بیتیں ہیں۔کہیں کہیں تو ان کی بیت میر انیسؔ کی بیتوں کے ہمراہ دکھائی دیتی ہے۔مثلاً میر انیسؔ کی ایک مشہور بیت صنعت حسن تعلیل کی پیش کی جاتی ہے۔

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی ساحل پہ سر پٹکتی تھی موجیں فرات کی

اب قمر جلالوی کی بیت دیکھیے۔

پانی جو نہر کا تنگہ صف شکن میں ہے موجوں کا ہے یہ حال کہ رعشہ بدن میں ہے(۱۰)

دونوں میں کیفیت یہ ہے کہ انیس کے شعر میں موجوں کو ساحل تک آنے کی ضرورت ہے لیکن قمر جلالوی کی بیت کے مضمون کو جب بھی آپ نظارہ کریں گیتو پانی کو ہلتا ہوا پائیں گے جسے رعشہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہاں یہ تو نہیں کہا جاسکتا وہ مرثیہ گوئی میں میر انیس سے بہتر شاعر ہیں لیکن یہ بیت اس اور اس بیت کا مضمون صنعت حسن تعلیل کے لیے کرشمہ سازی کا کام کر رہی ہے۔ غم جاودان کے چوتھے مرثیہ کے ۳۷ تا ۳۹ ویں بند کے ملاحظہ کیجیے۔ ساقی نامہ کی نہایت عمدہ مثال ہیں۔

ساقی گھٹائیں چھا گئیں لا بھر کے جام لا پیاسہ ترا زہیر ہے دریا دلی دکھا
مالک تو خشک و تر کا ہے تجھ کو کمی ہے کیا فضل خدا سے ہیں ترے میخانے جا بجا
جب ہر جگہ ہے بادہ کشی سر نوشت میں
کوثر کی بات آکے کریں گے بہشت میں

ساقی سدا ہے تیری نوازش پہ سب کو ناز جی بھر کے وہ پلا جسے کہتے ہیں کعبہ ساز
اپنے زہیر کو تجھے کرنا ہے سرفراز جھک جائے اتنا بار کرم سے سر نیاز
دریا دلی کو دیکھ کے خود جھومنے لگے
ہاتھوں کے بدلے تیرے قدم چومنے لگے

ساقی ہے تیرے بودہ کشوں میں یہی رواج چھوڑیں ملا کے خاک میں باطل کا تخت و تاج
دیکھ اپنے ایک پرانے شرابی کی جنگ آج ہوتا ہے مَی کی طرح سے میخوار کا مزاج
پیری نہ کیسے باعث فخر شباب ہو
ہوتی ہے تیز جتنی پرانی شراب ہو(۱۱)

آخری بیت میں جو شراب کے مزاج سے بزرگی و پیری فخر شباب کہا ہے اسکی نظیر محال ہے یعنی جس طرح سے جتنی پرانی شراب ہوتی ہے اتنی ہی تیز ہوتی ہے اسی طرح جتنی بزرگی ہوگی اتنی شباب پر سبقت لیے ہوگی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ان کے مراثی میں ''ساقی نامہ'' کا ایک خاص امتیاز رکھا جاتا ہے اس کے لیے اجزاء مرثیہ کی کوئی قید نہیں۔ غم جاودان کے پہلے مرثیہ (جب فتح ملک شب کو کیا آفتاب نے) جو حبیب ابن مظاہر کے احوال میں ہے۔ ۵۱ بندوں کے اس مرثیہ میں بیالیسویں بند میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔

ساقی زبان سوکھ گئی ہے شراب لا خوشبو میں ہو جو غیرت مشک و گلاب لا

پیری کو جو کہ بخش دے رنگ شباب لا　　　طے کر چکا ہوں منزل راہ جواب لا
پھولوں میں رکھ کے جام دے مجھ خوش نصیب کو
پہنچا کے آ رہا ہوں جناں میں حبیب کو(۱۲)

حبیب ابن مظاہر کے اس مرثیہ میں قمر جلالوی حبیب ابن مظاہر کے ذریعہ امام حسینؑ کے پیغام اور مقصد کو پہنچانے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔اس بند سے ’’دوشہزادوں کی جنگ‘‘ کہنے والوں کے منہ پر تالا لگانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

وہ کام ہو کہ حکم ہو جس کام کے لیے　　　اللہ اور رسولؐ کے پیغام کے لیے
لڑنا نہیں ہے سلطنت و نام کے لیے　　　قربانی دیتے آتے ہیں اسلام کے لیے
صابر ہیں ہم نظر نہیں رکھتے ہیں دھر پر
تاریخ میں نہ ہو کہ لڑائی تھی نہر پر(۱۳)

مندرجہ بالا ایک ہی بند میں کربلا کے پورے فلسفہ کو اس طرح بیان کرنے کی کوشش کی ہے جیسے کوزے کو سمندر بند کردیا ہو۔مثلاً مسلمان کو وہ ہی کام انجام دینا چاہیے جس کے لیے اللہ کا حکم ہوا ہے۔یعنی قرآنی احکام کو رائج کیا جائے اور اللہ و رسولؐ کے پیغام کو دنیا میں عام کیا جائے تاکہ ایک صالح معاشرہ سامنے آئے۔بنی امیہ کی حکومت جبر واستبداد پر ٹکی ہوئی تھی اور اسلامی نظام کو ملوکیت کی طرف دھکیل رہی تھی۔اسی لئے اس نظام کی نفی کرنے کے لئے تیسرے مصرعہ میں واضح کردیا گیا

’’لڑنا نہیں ہے سلطنت و نام کے لیے‘‘

یہ تنہا مصرعہ ہی تمام تاریخ اسلام پر حسینی نظریہ کو واضح کررہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے۔

’’قربانی دینے آئے ہیں اسلام کے لیے‘‘

یعنی اسلام کے لیے لڑنے نہیں آئے ہیں بلکہ اسلام بچانے کے لیے قربانی دینے آئے ہیں۔قمر جلالوی نے ایک ایک لفظ کو ہیرے کی طرح جڑنے کی کوشش کی ہے اور ایک ہی مصرعہ میں اپنی بات مکمل کردی ہے۔اب قربانی دینے کے لیے اس کے نتیجہ میں ظالم وجابر کی طرف سے جو اعتراضات ہوسکتے تھے ان کا جواب بھی بیت میں دے دیا گیا۔قرآن نے کہا ہے۔’’ان اللہ مع الصابرین‘‘ بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔لہذا شاعر نے بتادیا کہ کربلا صابر ہیں۔ان کی نظر حکومت پر نہیں ہے۔کیونکہ حدیث رسولؐ ہے ’’علی مع الحق والحق مع علی‘‘ علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔اور علیؑ یا حسینؑ ابن علیؑ ایک ہی مقصد کے حامل ہیں اور کلنا محمد والی حدیث کے تحت دونوں اپنے اپنے وقت کے محمد ہیں۔تو اسلام بچانے کے لیے دفاعی جنگ تو ہونا ہے۔لیکن کئی دن کے پیاسے ہونے کے باوجود کسی صورت بھی اس جنگ کا رخ حصول آب کے لیے نہیں ہونا چاہیے اسی لیے فیصلہ سنا دیا گیا۔

’’تاریخ میں نہ ہو کہ لڑائی تھی نہر پر‘‘

اسی کو کوزی میں سمندر سمانا کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی بند میں قمر جلالوی نے پورا فلسفہ بیان کردیا ہے۔آل مرثیہ رقت یا بین سمجھا جاتا ہے۔لیکن قمر جلالوی کی طبیعت میں شاید غم کربلا کو بیان کرنے کی طاقت نہیں تھی۔اسی لیے اکثر مرثیوں میں یہ عنصر دوسرے مرثیہ گو حضرات کے مقابلے میں کمزور نظر آتا ہے۔

شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ شدت غم کی بنا پر ان کا ذہن انتا رنجیدہ وافسردہ ہو جاتا ہو کہ اس غم کو الفاظ میں پرونے کی سکت نہ کر پاتا ہو اوران کا حساس دل اس غم برداشت کرتے کرتے نڈھال ہو جاتا ہو۔ کیا نکہ مآل مجلس مرثیہ کا یہی حصہ کہا جاتا ہے لہذا امام حسینؑ کے حال میں کہے گیے آٹھویں مرثیہ (روشن ہوا جو بام فلک پر چراغ شب) جو ۳۶ بندوں پر مشتمل ہے امام حسینؑ کی بیکسی کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

رخصت حرم سے ہو کے جو نکلے شہ انام — دیکھا کھڑا ہے عالم غربت میں خوش خرام
رن میں پڑے ہوئے ہیں زمیں پر فلک مقام — بولے غریب و بیکس و لاچار کا سلام
سب چھوڑ بیٹھے فاطمہ کے نور عین کو
اٹھو کوئی سوار کرا دو حسین کو
ہر ایک کو پکار رہے ہیں شہ ہدی — عباس و قاسم و علی اکبر اٹھو ذرا
آتے نہیں ہو عون و محمد ہوا ہے کیا — زینب نے جب سنی شہ مظلوم کی صدا
نکلی رکاب تھامنے کو اپنے بھائی کی
مشکل کشا کی بیٹی تھی مشکل کشائی کی(۱۴)

المختصر مراثی استاد قمر جلالوی کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے مآل مرثیہ یعنی مصائب کمی ہونے کے باوجود دورِ جدید کی تمام تر خصوصیات وضروریات یعنی اختصار استاد کے مراثی میں موجود ہے۔ آپ کی تماثیل وتشبیہات بے حد خوبصورت ہیں۔

مأخذ:

۱۔ رشک قمر۔ از قمر جلالوی ص ۱۵۱
۲۔ روح انیس، سید مسعود حسن رضوی ادیب، ص ۱۸
۳۔ کشف الحقایق، امداد امام اثر ص ۱۵۸
۴۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۵۳، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸
۵۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۴۰، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸
۶۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۵۴، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸
۷۔ اردو مرثیہ میرانیس کے بعد، سید طاہر حسین کاظمی، ص ۱۹۰ ایرانین آرٹ پرنٹرز ۱۵۳۴، گلی قاسم جان۔ دریا گنج دہلی۔ ۱۹۹۷ء
۸۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۱۹، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸
۹۔ اردو مرثیہ میرانیس کے بعد، سید طاہر حسین کاظمی، ص ۱۹۳ / ایرانین آرٹ پرنٹرز ۱۵۳۴، گلی قاسم جان۔ دریا گنج دہلی۔ ۱۹۹۷ء
۱۰۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۹۱، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸
۱۱۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۱۶۵، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸

۱۲۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۸۳، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸

۱۳۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۸۲ ، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸

۱۴۔ غم جاوداں، مرتب مجاہد لکھنوی، ص ۲۹۱ ، مطبع شیخ شوکت علی اینڈ سنس پاکستان چوک کراچی ۱۹۷۸

☆☆☆